

اَنَّ مِنَ الشَّجَرَةِ

مَشْنُوعِ

اسرار خودی

از

دکتر شیخ محمد اقبال ایم پی ایچ دی بیرسٹریٹ لاہور

باتھام حکیم فقیر محمد صاحب شتی نظامی

دریونین سیم پریس لاہور سنج کرڈ

بار اول تعداد ۵۰۰

دیباچہ

یہ وحدت وجدانی یا شعور کا روشن نقطہ جس سے تمام انسانی تخلیقات و جذبات و تمنیات مستنیر ہوتے ہیں یہ پراسرار شے جو فطرت انسانی کی منتشر اور غیر محدود کیفیتوں کی شیرازہ بند ہے "خودی" یا "انا" یا "میں" جو اپنے عمل کے رُوسے ظاہر اور اپنی حقیقت کے رُوسے مضمر ہے جو تمام مشاہدات کی خالق ہے مگر جس کی لطافت مشاہدہ کی گرم نگاہوں کی تاب نہیں لاسکتی کیا چیز ہے؟ کیا یہ ایک لازوال حقیقت ہے یا زندگی نے محض عارضی طور پر اپنی فوری علمی اغراض کے حصول کی خاطر اپنے آپ کو اس فریب تخیل یا دروغ مصلحت آمیز کی صورت میں نمایاں کیا ہے؟ اخلاقی اعتبار سے افراد و اقوام کا طرز عمل اس نہایت ضروری سوال کے جواب پر منحصر ہے اور

ب

یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہ ہوگی جسکے حکماء و علمائے کسی نہ کسی صورت میں اس سوال کا جواب پیدا کرنے کے لئے دماغ سوزی نہ کی ہو۔ مگر اس سوال کا جواب افراد و اقوام کی دماغی قابلیت پر اس قدر انحصار نہیں رکھتا جتنا کہ انکی افتاد و طبیعت پر۔ مشرق کی فلسفی مزاج قومیں زیادہ تر اسی نتیجے کی طرف مائل ہوئیں کہ انسانی انا محض ایک فریب خیل ہے اور اس بھندے کو گلے سے اتار دینے کا نام نجات ہے۔ مغربی اقوام کا عملی مذاق انکو ایسے نتائج کی طرف لے گیا جسکے لئے انکی فطرت متقاضی تھی۔

ہندو قوم کے دل و دماغ میں علیات و نظریات کی ایک عجیب طریق سے آمیزش ہوئی ہے اس قوم کے مغز گاف حکمائے نے قوتِ عمل کی حقیقت پر نہایت دقیق بحث کی ہے۔ اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انا کی حیات کا یہ مشہود تسلسل جو تمام آلام و مصائب کی جڑ ہے عمل سے

متبعین ہوتا ہے۔ یا توں کہنے کہ انسانی آتما کی موجودہ کیفیات اور لوازمات
 اسکے گزشتہ طریق عمل کا لازمی نتیجہ ہیں اور جب تک یہ قانون عمل اپنا کام
 کرتا رہیگا وہی نتائج پیدا ہوتے رہیں گے۔ انیسویں صدی کے مشہور
 جرمن شاعر گوٹے کاہیر فوٹ جب انجیل یوحنا کی پہلی آیت میں لفظ
 کلام کی جگہ لفظ عمل پڑھتا ہے (ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ
 اور کلام ہی خدا تھا) تو حقیقت میں اس کی دقیقہ رس نگاہ اسی نکلتے
 کو دیکھتی ہے جو کہ ہندو حکمائے صدیوں پہلے دیکھ لیا تھا۔ اس عجیب
 غریب طریق پر ہندو حکمائے تقدیر کی مطلق العنانی اور انسانی حریت
 یا بالفاظ دیگر جبر و اختیار کی گتھی کو سلجھایا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ
 فلسفیانہ لحاظ سے انکی جدت طرازی داد و تحسین کی مستحق ہے۔ اور
 بالخصوص اس وجہ سے کہ وہ ایک بہت بڑی اخلاقی جرأت کے ساتھ

ان تمام فلسفیانہ نتائج کو بھی قبول کرتے ہیں جو اس قضیہ سے پیدا ہوئے
 ہیں۔ یعنی یہ کہ جب آنا کی تعیین عمل سے ہو تو آنا کے پھندے سے نکلنے
 کا ایک ہی طریق ہے اور وہ ترک عمل ہے۔ یہ نتیجہ انفرادی اور ملی پہلو
 سے نہایت خطرناک تھا اور اس بات کا مقتضی تھا کہ کوئی مجتہد پیدا
 ہو جو ترک عمل کے اصلی مفہوم کو واضح کرے۔ بنی نوع انسان کی
 ذہنی تاریخ میں سری کرشن کا نام ہمیشہ ادب احترام سے لیا جائیگا کہ
 اس عظیم الشان انسان نے ایک نہایت دلفریب پرانے میں اپنے
 ملک و قوم کی فلسفیانہ روایات کی تنقید کی اور اس حقیقت کو آشکارا
 کیا کہ ترک عمل سے مراد ترک کلی نہیں ہے۔ کیونکہ عمل اقتضا و فطرت
 ہے اور اسی سے زندگی کا استحکام ہے۔ بلکہ ترک عمل سے مراد یہ ہے کہ عمل
 اور اس کے نتائج سے مطلق دل بستگی نہ ہو۔ سری کرشن کے بعد سری

رام فوج بھی اسی رستے پر چلے مگر افسوس ہو کہ جس عروس معنی کو سری کرشن اور
سری رام فوج بے نقاب کرنا چاہتے تھے سری شنکر کے منطقی طلسم نے
اسے پھر مجھوب کر دیا اور سری کرشن کی قوم انکی تجدید کے ثمر سے محروم
رہ گئی۔

مغربی ایشیا میں اسلامی تحریک بھی ایک نہایت زبردست پیغام
عمل تھی گو اس تحریک کے نزدیک انا ایک مخلوق ہستی ہو جو
عمل سے لوازم ہوسکتی ہے۔ مگر مسئلہ انا کی تحقیق و تدقیق میں مسلمانوں
اور ہندوؤں کی ذہنی تاریخ میں ایک عجیب و غریب مماثلت ہو اور وہ
یہ کہ جس نکتہ خیال سے سری شنکر نے گیتا کی تفسیر کی۔ اسی نکتہ
خیال سے شیخ محی الدین ابن عربی اندلسی نے قرآن شریف کی تفسیر
کی جس نے مسلمانوں کے دل و دماغ پر نہایت گہرا اثر ڈالا ہے۔

شیخ اکبر کے علم و فضل اور ان کی زبردست شخصیت نے مسئلہ وحدت الوجود کو جسکے وہ اُن تھک مفسر تھے سلامی تخیل کا ایک لاینفک عنصر بنا دیا اور حدالین کرمانی اور فخرالدین عراقی اُن کی تعلیم سے نہایت متاثر ہوئے اور رفتہ رفتہ چودھویں صدی کے تمام اعلیٰ شعراء اس رنگ میں رنگین ہو گئے۔ ایرانیوں کی نازک مزاج اور لطیف الطبع قوم اس طویل و مانع مشقت کی کہاں متحمل ہو سکتی تھی جو جزو سے کل تک پہنچنے کے لئے ضروری ہو۔ انہوں نے جزو اور کل کا متضاد گزار درمیانی فاصلہ تخیل کی مدد سے طے کر کے ”رگ چراغ میں“ ”خونِ قناب“ کا اور ”شرارِ رنگ“ میں ”جلوہ کھڑک کا بلا واسطہ مشاہدہ کیا۔

مختصر یہ کہ ہندو حکماء نے مسئلہ وحدت الوجود کے اثبات میں دماغ کو اپنا مخاطب کیا۔ مگر ایرانی شعراء نے اس مسئلے کی تفسیر میں زیادہ خاطر رکھا

طریق اختیار کیا یعنی انہوں نے دل کو اپنا آماجگاہ بنایا اور انکی حسین
جمیل نکتہ آفرینیوں کا آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ اس مسئلے نے عوام تک
پہنچ کر قریباً تمام اسلامی اقوام کو ذوقِ عمل سے محروم کر دیا۔ علماءِ قوم میں
رب سے پہلے غالباً ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ اور حکما میں واحد محمود نے اسلامی
تخیل کے اس ہمہ گیر میلان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی مگر فوس
ہے کہ واحد محمود کی تصانیف آج ناپید ہیں۔ ملا حسن فانی کشمیری نے
اپنی کتاب بستانِ امرب میں اس حکیم کا تھوڑا سا ذکر دیکھا ہے جس سے
اس کے خیالات کا پورا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ابن تیمیہ کی زبردست
منطق نے کچھ نہ کچھ اثر ضرور کیا مگر حق یہ ہے کہ منطق کی خشکی شرکی
دلربائی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

شعرا میں شیخ علی خیرین نے یہ لکھا کہ تصوف برائے شعر گفتن خوبست

اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ وہ حقیقت حال سے آگاہ تھے مگر باوجود اس بات
 کے ان کا کلام شاہد ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کے اثرات سے محفوظ نہ
 رہ سکے۔ ان حالات میں یہ کیونکر ممکن تھا کہ ہندوستان میں اسلامی
 تخیل اپنے عملی ذوق کو محفوظ رکھ سکتا۔ مرزا بیدل علیہ الرحمۃ لذت
 سکون کے اس قدر دلدادہ ہیں کہ ان کو جنبش نگاہ تک گوارا نہیں
 ” نزاکت ہاست در آغوش مینا خانہ حیرت

قرہ برہم من تاشکنی رنگ تماشا را “

اور امیر مینائی مرحوم تعلیم دیتے ہیں کہ

” دیکھ جو کچھ سامنے آجائے منہ سے کچھ نہ بول

آنکھ آئینے کی سپید اگر دہن تصویر کا “

مغربی اقوام اپنی قوت عمل کی وجہ سے تمام اقوام عالم میں ممتاز ہیں

اور اسی وجہ سے اسرارِ زندگی کو سمجھنے کے لئے انکے ادبیات و تجللات
 اہل مشرق کے واسطے بہترین پہنا ہیں۔ اگرچہ مغرب کے فلسفہ جدید کی
 ابتداء بالینڈ کے اسرائیلی فلسفی کے نظامِ وحدت الوجود سے ہوتی لیکن
 مغرب کی طبائع پر رنگِ عمل غالب تھا۔ مسئلہ وحدت الوجود کا طلسم
 جسکو ریاضیات کے طریق استدلال سے نچتہ کیا گیا تھا دیر تک
 قائم نہ رہ سکتا تھا۔ سب سے پہلے جرمنی میں انانی انا کی انفرادی
 حقیقت پر زور دیا گیا اور رفتہ رفتہ فلاسفہ مغرب بالخصوص حکماء
 انگلستان کے عملی ذوق کی بدولت اس خیالی طلسم کے اثر سے آزاد
 ہو گئے جس طرح رنگِ بو وغیرہ کے لئے مختص جو اس میں اسی طرح انانوں
 میں ایک اور حاسہ بھی ہو جسکو جس واقعات کہنا چاہئے۔ ہماری
 زندگی واقعاتِ گرد و پیش کے مشاہدہ کرنے اور انکے صحیح مفہوم کو سمجھ کر عمل

پیرا ہونے پر منحصر ہو مگر ہمیں سے کہتے ہیں جو اس قوت سے کام لیتے
ہیں جس کو بینے حسن واقعات کی اطلاع سے تعبیر کیا ہو؛ نظام قدرت
کے پرہیزگار بننے سے واقعات پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے ہیں
مگر یکن سے پہلے کون جانتا تھا کہ یہ واقعات حاضرہ جنکو نظریات
کے ولدادہ فلسفی اپنے تخیل کی بلندی سے بنگا و حقارت دیکھتے ہیں
اپنے اندر حقائق و معارف کا ایک گنج گرانما پوشیدہ رکھتے ہیں۔
حق یہ ہو کہ انگریزی قوم کی عملی نکتہ رسی کا احسان تمام دنیا کی قوموں
پر ہو کہ اس قوم میں حسن واقعات اور اقوام عالم کی نسبت زیادہ تیز
اور ترقی یافتہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی دماغ بافتہ "فلسفیانہ نظام جو
واقعات متعارفہ کی تیز روشنی کا متحمل نہ ہو سکتا ہو۔ انگلستان کی زمین
میں آج تک مقبول نہیں ہوا۔ پس حکمائے انگلستان کی تحریریں ادبیات

عالم میں ایک خاص پائہ رکھتی ہیں اور اس قابل ہیں کہ مشرقی و
 دماغ ان سے مستفید ہو کر اپنی قدیم فلسفیانہ روایات پر نظر ثانی کیا
 یہ ہے ایک مختصر خاکہ اس مسئلے کی تاریخ کا جو اس نظم کا موضوع
 ہے۔ میں نے اس دقیق مسئلے کو فلسفیانہ دلائل کی پیچیدگیوں سے
 آزاد کر کے تخیل کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ
 اس کی حقیقت کو سمجھنے اور غور کرنے میں آسانی پیدا ہو۔
 اس دیا چے سے اس نظم کی تفسیر مقصود نہیں۔ محض ان لوگوں
 کو نشان راہ بتانا مقصود ہے جو پہلے سے اس غیر الفہم حقیقت
 کی دقتوں سے آشنا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ سطور بالا سے کسی حد
 تک مطلب نکل آئیگا۔ شاعرانہ پہلو سے اس نظم کے متعلق کچھ کہنے
 کی ضرورت نہیں۔ شاعرانہ تخیل محض ایک ذریعہ ہو اس حقیقت کو ظہر

توجہ دلانے کا کہ لذتِ حیاتِ آنا کی انفرادی حیثیت اس کے اہم
 استحکام اور توسیع سے وابستہ ہے۔ یہ نکتہ مسئلہ حیات مابعد الموت
 کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے بطور ایک تمہید کے کام دیگا۔
 ہاں لفظ خودی کے متعلق ناظرین کو آگاہ کر دینا ضروری ہے کہ لفظ
 اس نظم میں بمعنی غور و استعمال نہیں کیا گیا جیسا کہ عام طور پر اردو میں
 ہے۔ اس کا مفہوم محض احساسِ نفس یا تعینِ ذات ہے۔ مرکب لفظ بخودی
 میں بھی اس کا یہی مفہوم ہے اور غالباً محسنِ تاثیر کے اس شعر میں بھی لفظ
 خودی کے یہی معنی ہیں۔

غریقِ قَلَمِ وحدتِ دم از خودی نهند بود محال کشیدن میان آب نفس

محمد اقبال

پیشکش

محضویر سید علی امام مدظلہ العالی

دوامت فخر اشرف عرب

عقل کل حکمت آموز آمدی

اے امام بکے سید الانب

سلطنت یادیدہ فہر آموز آمدی

یہ اشعار جامع دوم میں خارج کر دیے گئے = X

۲

جلوہ شمع مرا پروانہ	آشنائے معنی بیکانہ
از ریاضِ زندگی گل چیدہ است	مِغ فکرم گستاہا دیدہ است
آوازہ ترددِ دست تو گلستانِ م	ایں گل از تارِ گلاب بستہ ام
آقبو لے ناکے ناکارہ	بود نقشِ سہیم انکارہ
عالمِ کفایتِ کلم عالمِ شدم	عشقِ سوبانِ دہرا آو شدم
درگِ مہرِ ورہ خونِ دیدہ ام	حرکتِ اعصابِ گردنِ دیدہ ام

بهر انسان چشم من شبها گریست

در وین کارگاه ممکنات

من که این شرب را چو مهرستم

ملته در باغ و باغ آواز داشت

نه گشت و آفتاب انبار کرد

رمخت بر گردوشم

تا دریدم پرده اسرار ز

بر شیدم سر تقویم حیات

گر دپای ملت بنیصا تم

آتش دلهاسر و تاز داشت

خرمن از صد و می عطار کرد

گر چه دودم از تبار شمش

خامه ام از بهشت کربند	راز این نه پرده در سر افکند
قطره تا هم پایه دریا شود	ذره از بالیدگی صحی شود
ملت از جسم است چشم او	جسم از چشم دنیا آید
چشم از نور محبت روشنم	اشکبار از درد اعضا تنم

ندراشک بقی سر از من پذیرا

گریه بجای خست یار از من پذیرا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمهید

گریه من بر رخ گل آید

سبز از هنگام بیدار

راه شب عجب مهر عالم تاب

اشک من از چشمم نگرش است

مصرع کارید و شیر درو	باغبان زور کلامم از نمود
تارغسانم بود باغ رشت	در چمن بسز داشته کلم گشت
صد اندر گریبان من است	دَرّه ام مهر سیران است
محرم از نازاد های عالم است	خاک من شوق از جام جم است
کو هنوز از نیستی بیرون جست	فکر من آن آهوسفر اکست
گل شاخ اندر نهان در نهانم	سبز نارویده ز گل ششم

مخملِ اشکِ بری هم زدم	زخمه بر تارِ رگِ الم زدم
بسکه عودِ ترم نادرتوا	هم شیش از نغمه ام نا اشتهاست
دجیانِ خوش فیروز ایدم	رسم و آیینِ فلک نادیده ام
رم ندیده ام از تاجِ منور	هرت آشفته سیاه منور
بحر از قرضِ ضایع نصیب	کوه از رنگِ حنائیم نصیب
خوگر من نیست شمعِ هست بود	لزه بر تن خیزم از خوفِ نمود

بام از خاور رسیده شکست

انتظار صبح خیزان میکشتم

بے نیاز از گوشه امروزم

عصرین دانه است

نامیدم زیاران قدیم

قلمم بایران چو بنم بے حشر

شب نیم نو بر گل عالم نشست

اے خوشناز ترشتیان آتشم

من صد شاعر فردا تم

یوسف من بهر این بازاریست

طو من سوزد که می آید کلیم

شب نیم من مثل طوفان بدش

نغمه من از جهان دیگر است

ای بسا شاعر که بعد از مرگ زاده

زنت باز از نیستی برکشید

کاروانها گرچه پس صحرا گذشت

عاشقم فریاد ایمان من است

نغمه ام ز اندازه تار است

ایں جرس را کاروان دیگر است

چشمم خود بر بست و چشمم ماکش

چون گل از خاک مرا خود مید

مثل گام ناقه کم غوغا گشت

شورش از پیشخیزان من است

من ترسم از شکرت عجب دلخوش

قُلُومِ از آشوبِ اودیوانه به

بحر یاباید پے طوفانِ من

در غورِ ابریه از من شد

کوه و صحرا با ب جولانِ من است

برقِ من در گیر اگر سینا ستی

محرم را ز حیّ اتم کرده اند

قطره از سیلابِ من بگلانه به

در نمی گنجند بحو عمانِ من

غنچه کز بالیدگی گلشن شد

برقها خوابیده در جانِ من است

پنجه کن با بحرِ من از صحرا ستی

چشمه حیوان را تم کرده اند

پر کشود و کرکات تا بنگشت

همچو فکر من در معنی نه

هم زمیں ہم آسمان غواہی بیا

ذرّہ از سوز نوایم زندگشت

همچو کس رازے که گوینگفت

عیش و سرور با دواں غواہی بیا

پیر گردوں با من این سرگفت

از ندیمان از ما نتوان نهفت

محو از دل کاوشش انام کن

ساقیا بخیر و می در جام کن

شعله پائے که صلش زمزم است

می کند اندیشه را هشیار تر

اعتبار کوه بخشد کاه را

خاک را اوج شریا می دهد

خاشی را سورش محشر کند

نیز و در جام شراب ناب نیز

اگر گد باشد پرتارش حجم است

دیده بیدار را بیدار تر

قوت شیران دهد روباہ را

قطره را پهنای دریای می دهد

پای کبک از خون باز می کند

در شب اندیشم مهتاب نیز

تاسوئے منزل کشم آوارہ را	ذوق بیتابی دہم نظارہ ا
گرم رواں جتھوئے نوشوم	روشناس آرزوئے نوشوم
چشم ال ذوق را مردم شوم	چوں صدا در گوش عالم گم شوم
قیمت جنس سخن بالا کنم	آپ چشم خویش در کلام کنم
باز بر خوانم ز فیض پیروم	دقیر سر بسته اسرار علوم
جان او آتشعلہ با سطرید ا	من فروغ یک نفس مثل شر ا

شمع شبنون نیت برپا نهادم	باده یورش کرد بر پانه ام
پیرومی خاک را اسیر کرد	از غبارم جلو پا تعمیر کرد
ذره از خاک سیاهان بخت	تا شعاع آفتاب آرد بخت
موجم و درج او منزل کنم	تا دتر باند ده حاصل کنم

من که ستیها ز صهیاش کنم
 زندگانی از نفسهایش کنم

خامشی از یاربم آباد بود	شب دل من مال فراید بود
از تهی پیمائی نالای بدم	شکوه آشوب غم دوانم
بال و پر شکست آخر خواست	این قدر نظاره امیشد
کو بحرف پهلوی قرآن تو	روئے خود بنمود پیر حق سر
جرعه گیر از شراب ناب عشق	گفت ای دیوانه ارب عشق
شیشه بر سر دیده بر شرب	چرب گریه محبت بنزن

خنده را سمریه صد ناله

تا بکجه چون غنچه می باشی خموش

در گره هنگامه دار می پسند

چون حسن آفرین هر خیز و بدن

آتش استی بزم عالم فروز

فان گوهر را بر پیر می روش

اشک خونین اجگر بر کاله

نگهت خود را چو گل از فرش

محل خود بر آتش بسند

ناله خاموش را بر فغن

دیگران اهرم ز سوز خود بسوز

موج می شو کسوت مینا پرش

سنگ شو آینه اندیشه را

از نیتان همچو نیت پیغام

ناله را انداز تو ای کُن

روح نومی جوید اجسام کهن

خیز و جان نو بدو هر زنده را

خیز و پا بر جاده دیگر بنه

بر سر بازار بشکن شیشه را

قیس از قوم حے پیغام

بزم را از مایه هوا آباد کن

کمر از قلم نیت اعجاز سخن

از قلم خود زنده تر کن زنده را

جوش سودا کهن از سر بنه

آشنائے لذت گفتار شو	آئے درائے کار و اس بیدار شو
زین سخن آتش برپا شدیم	مثل نئے ہنگامہ آتش شدیم
چوں نوح از بار خود برہا تم	جنتے از بہر گوش آرا تم

بر گرفتہ پرہ از راز خوئی

و انمودم سرِ عجب از خوئی

شاعری میں مثنوی مقصود	بیت پرستی بیت گیر نیست مقصود
-----------------------	------------------------------

پندیم از پاری بیکانه ام

حسن انداز بیان از من مجو

گرچه بی رغبتی گریست

فکر من جلوه اش گشت

دیده از خاک بزمی است

پاری از رفت اندیشه ام

ماه نو با ششم تری سپایه ام

خواب رو صفها از من مجو

طرز گفتاری شیرین است

خامنه بن شاخ نخل طوشت

لاجرم زنگه تورا نی است

در خور و با فطرت اندیشه ام

خردده مهری سنا گیر ای دشمنند

دل بذوق خردده می سنا پند

در بیان اینکه اصل نظام عالم از خودی است
و تسلسل حیات تعینات وجود بر استحکام
خودی انحصار دارد

پیکر هستی ز آثار خودی است	هر چه بینی ز اسرار خودی است
---------------------------	-----------------------------

خوشتن را چون می آید کرد

اشکارا عالم پسندار کرد

ضد جهان پوشیده اند ذات او

غیر او پیداست از اثبات او

در جهان تخم خصومت کاش است

خوشتن را غیر خود نپنداشت

سازد از خود پیکر غم را

تا فراید لذت پیکار را

می کشد از قوت بازو و حوش

تا شود آگاه از نیرو و حوش

خود فریبی ها او عین جنایت

همچو گل از خون و صنوبر حیات

بہر یک گل غنِ گلشن کند	از پئے یک نغمہ صدیون کند
یک فلک را صد لال آورده است	بہر حرفے صد لال آورده است
عذراں اسراف و این گسین دلی	خلق و تکمیل جم سال معنوی
حسن شیرین عذراں در در کوکن	نافہ عذراں آہوئے ختن
سوزِ پیہم قسمت پر نہا	شمع عذراں محنت پر نہا
خانہ الفتش صد امر و است	تا بیار د صبح فدائے بدست

شعله با اوصد ابرایم سوخت	تا چراغ یکم سوخت
می شود از بهر ارض عمل	عال و معمول و اسباب عل
وسعت ایام جولانگاه او	آسمان مویه زگر در راه او
گل بحیب آفاق از گلکاریش	شب ز خویشش روز از بیداریش
شعله خود در شش تقسیم کرد	جز پستی عقل تعبیر کرد
خود شکن گردید و اجزا آفرید	اندک آشفست و آفرید

وزیر هم پوستانکی که شد

خفته در هر فردی فروخته

در هر غم غنچه شایسته گنید

از عمل یا بند اسباب

باز از آشفتنی بیقرار

و انمونیش را خویشت

نال شد در سینه بلبل

قوت خاموش بنیاب

خیزد انگیزد قند تا بد دمد

سودا فروزد خرامد پرزند

پس لقب سرتواری ندگی است

هستی بے مایه را گویند

۱۰ پیکرش منت پذیر ساعت

جنبش از ما وام گیرد جام

شکوه رنج پوشش در یاشود

می کند خود را سوار دوشن بحر

چون حیات عالم از زور خودی است

قطره چوین حرف خودی از کند

باد از ضعف خودی بپیکر است

گرچه پیکرمی پذیر دجام

کوه چو از خود رو د صحر شود

موج تا موج است در آغوش بحر

از تلاش جلو با جنبید چشم	حلقه زد نور تا گردید چشم
همت او سینه گلشن بست	سبزه چون تالموب از خویش بست
خویش را از دوزخ تعمیر کرد	شمع نیم دورا بنخود زنجیر کرد
هم چو اشک آخر چشم خود چکید	خود که از ی پیشه کرد از خود بید
از جراحت با بیا سودین	گر بظرت پخته تر بودین
دوش او مجروح بار نام غیر	می شود ساریه دار نام غیر

چون من هستی خودم محکم است	ماه پابند طواف هستم
هستی مهر از زین محکم است	پس من مسجور چشم خاور است
جنبش از مرگان دشمن چنان	مایه دار از سطوت او کوه است
تار و پود کسوت او تن است	اصل او یک دانش گردن است

زندگی محکم ز ایقان خودی است

کاه از خواب خودی نیز نیست

در بیان اینکه حیات خودی از خلیق تولید

— مقاصد است

کارش را در از مدعا

زندگانی را بقا از مدعا

اصل او در آرزو پوشیده است

زندگی در جستجو پوشیده است

سینه از تاب و آینه

از منار قص دل در سینه

خضر باشد موسی ادراک را

طاقت پر و از خجسته خاک را

دل سوز آرزو گیرد حیات	غیر حق میر جو او گیرد حیات
-----------------------	----------------------------

چوں ز تخسلیق تمنا بازماند

شهرش شکست و از پر ازانند

آرزو هنگام آرا بخوی

موج بیتابی دریا خوی

آرزو مصیبت را کند

دفعه افعال را بشیر اند

زنده را نفی تمنا کرده

شعله را نقصان سوخته کرده

چسبیت الی دید بیدار ما

بصورت لذت دیدار ما

کبک پا از شوخی رفتار یافت	ببل از سعی نوا منقار یافت
نه گرفت از نیستی آینه خویش	نغمه داز لذت تعب خویش
عقل ندرت کوش و گردن تاز	پسچ می دانی که این اعجاز
زندگی سطره دار از آرزو است	عقل از زائیدگان بطر است
چهره سیم قوم این رسوم	چهره از اختراعات اعموم
آرزوئی کو برور خوشگست	سردل بیرون دهنوت است

فکر و سیل و شعور و باهوش	بینی و دست و چشم و گوش
بهر حفظ خویش این آلات است	زندگی مرکب در جنگا هست
غنیه و کل از چمن مقصود است	آگهی از علم و فن مقصود است
علم از اسباب تقویم خودی است	علم از سامان حفظ زندگی است
علم و فن از خانه ز اوان حیات	علم و فن از پیش خیزان حیات
از شرب مقصود است متانه خیر	آه ز راز زندگی بیگانه خیر

مقصود مثل سحر تابنده	ماسوی آتش سوزنده
مقصود از آسمان بالا	دلربای دلستایان
طلدیرینه آغاز بکر	فتنه در حیسب سرپا بکر
تاخویشی مقاصد ندیم	از شعاع آرزو تابنده ایم
آرزو جان جهان رنگ بوست	فطرت همه امین آرزوست
آرزو را در دل خود نه ا	تا نگردد بوشت خاک تو مرا

در بیان اینکه خودی از عشق و محبت
استحکام می پذیرد

فقطه نور که نام او خودی است	زیر خاک ماثر از زندگی است
از محبت می شود پاینده تر	زنده تر و سوزنده تر تا بنده تر
از محبت اشتغال جوهرش	از لقائے ممکنات منجمش

فطرت او آتش اندوز عشق	عالم افروزی ساینده عشق
عشق را از تیغ و خنجر با کفایت	اصل عشق از آب و باد خاکست
دجهاں ہم سلاح و ہم پیکار عشق	آب حویاں تیغ جو ہر عشق
از لگاؤ عشق خارا شق شود	عشق حق آخر سراپا حق شود
عاشقی آموخہ و سبب	چشم نو حق قلب الہی سبب
کیمیایہ اکن از شریکے	بوسہ زن آستان کاملے

شمع خود را به چور و می بر سر ز	و دم در آتش تیریز نو
هر معشوقه نهال است اندر	چشم اگر داری بی پناایت
عاشقان او ز خواب غم ب	از سینان جهان محسوس
دل ز عشق او توانا می شود	خاک سید و شش شریانی شود
خاک نجدار فیض او چاک شد	آمد اندر وجد و بر افلاک شد
در دل مسلم مقام مصطفی است	آبروی ما ز نام مصطفی است

طُورِ مَوْجِ از غبارِ خانه اش	کعبه ایت سِرِّ کاشانه اش
کتر از آنِ ز اوقاش	کافِ سِرِّش از دُش
بویا مَنُونِ آبِ حَتِّش	تاجِ کسِ زِیرِ پایِ مَتِّش
دشبتانِ حِلوتِ گنبد	قومِ وَاَیْنِ حُکومتِ آفرید
ماند شهبازِ چشمِ او محرومِ نو	تابِ تختِ خُرویِ خوابِ قُوم
وقتِ میجایِ تیغِ او آهِنِ گُذر	دیدِ او شکارِ اندرِ عاز

در دُعاے نصرت آئیں تیغِ نو	قطع نسلِ سلاطین تیغِ او
در جہاں آئینِ نو آغِ زرِ نو	مسندِ اقوامِ پیشِ درِ نو
از کلیدِ دیں درِ دنیا کشاد	ہمچو او بطنِ امِ یستی نژاد
در نگاہِ او یکے بالا و پست	۱۲ باندامِ خویش بر یکِ نشست
دو مصائبِ پیشِ اں گردِ دوسرے	دخترِ دربارِ طے آمد اسیر
پائے درِ بنجرِ و سہمِ بے پڑہ بود	گردنِ از شرمِ حیا خمِ کردہ بود

چوں نبی دختر چہ را بے پردہ دید

ما از آن خاتون طبع عریان تریم

روز محشر غمت بباراست او

لطف و قهر او سراپا رحمتی

آنکه بر اعدا در حمت کشت

ما که از قید وطن بیگانه ایم

چادر خود پیش روئے او کشید

پیش از اقوامِ جهان بے چادریم

در جہاں ہم پر وہ اداست او

آں بیاراں این بعد از رحمتی

مگر را پیغام کلا تشریب داد

چوں مگر نور و شمیم و مکیم

از حب زو چپین ایرایم	بشنم یک صبح نمندایم
مست چشم قی بختیم	دجاشل می بینایم
امتیازات نسب پاکست	اتش او این خاشاکست
چو گل صد برگ مار بگویت	اوست جان این لظایکوست
ستر کنون دل و مایم	نعره بے باکانه زو افتایم
شورش در فخر و خاموشی من	می تپد صد نغمه در آغوش من

خُشک چو در فراق او گریست	مَنْ گویم کز تو لایق گریست
طُور ما بالذکر کرد راه او	هستی مُستحکم علی گاه او
صبح من آن آفتابِ آینه اش	پیکرم را آفرید آینه اش
گرم تر از صبحِ محشر شام من	در پیصل آرام من
تاک من نیست کز باران او	ابر آزار است و من ستان او
از تماشا حاصِله برداشتم	چشم در گشت محبت کشتم

اے فنک شہر کہ آنجا کبریا

نظم و نثر او سلاجِ خیم

در شنائے خواجہ گوهر سفتا

خاکِ شرب از دو عالم خوشتر است

کشتہ انداز ملا جاویم

شعر لب ریز معانی گفتا

”نسخہ گویند ادیبانہ او“

جملہ عالم بندگانِ خواجہ او“

ہست ہم تقلید از اسماء عشق

کیفیت باخیر از صہبائے عشق

کابل بسطام و تعلق فر	اجتناب از خوردن بوزه کرد
عاشقی محکم شوا از تقلید یا	ایمان بر تو شود و ز دامن کار
اندک اندر حوائی دل نشین	ترک غم کن سوختن بجز کین
محکم از حق شو سوختن گدازم	لات و عزائم بر سر کن
لشکر پید کن از سلطان عشق	جلوه کر شو بر فرمان عشق
تا خدائے کعبه نواز در ترا	شرح انی جاعل سازد ترا

در بیان اینکه خودی از سوال ضعیف می گردد

آه فرایم کرده از شیران خراج	گشته رویه مزاج از آسباج
جمله اسقام تو از ناداری است	صلی علت ما بهین بیماری است
می باید فحرت از فکر بلند	می شمع خیال از چمنند
از خم هستی می کلفام گیر	نفس خود از کیسه ایام گیر

خود فرو و آتش مثل عمر	الحذر انتمت غیر الحذر
تا بکے در یوزہ منصب کنی	صورت طفلان نے مرکب کنی
فطرتے کو بفلک بند نظر	پست میگرد و احسان دگر
از سوال ہنس گرو دخواستہ	از گدائی گدیہ گر نادار تر
از سوال آشفہ اجزا حوی	بے تجلی نخل سینا حوی
مشت خاک خویش را از ہم پیا	مثل مہ رزق خود از پہلویش

در سیل بلا افکند خست

موج آب از چشمه حنا و محو

روز فردائے که باشد جلال

داغ بر دل آورد از احسان مهر

آبروی ملت بهضیاء مرئی

مرد کار سب احبیب اللہ گفت

گرچه پاشی تنگ روز و تنگ بخت

رزق خویش از نعمت دیگر محو

تا ناشی پیش پیغمبر خجسته

ماه را روزی سده از خوان مهر

همت از حق خواه و با گردون تنیز

آنکه خاشاک بتاں از کعبه گفت

گر دوش خم گشته ایجان غیر	وای برنت پذیر خوان غیر
با پیشین مایه غیرت فروخت	خویش را از برق لطف غیرت
می نخواهد از خضر یک جام آب	لای خنک آن تشنه کانداز آب
شکل آدم ماند وشت گل نشد	ترجمین از خجالت سائل نشد
می رود مثل صنوبر بر بلبلند	زیر گردو آن جوان را چمند
بخت او خوابید او بیدار تر	دستی شد و خود دارد تر

قلزم ز بیل سیل آتش است | اگر ز دست خود شستم هم است

چوں جبابه غیرت مردانه باش

هم به سبزه اندر گون سمانه باش



در بیان اینکه چوں خودی از عشق و محبت
محکم می گردد قوای ظاهره و مخفیة نظام

عالم را مستحرمی سازد

از محبت چوں خودی محکم شود	تو شش فانی و عالم شود
پیردو کز کواکب نقش است	غنچه باز شاخسار اشک است

پنجہ او پنجہ حق می شود	ماہ از انگشتِ او تن می شود
در حصنوتِ بہاں گردد حکم	تابع فرمان او دارا و ہم
باتو می گویم حدیثِ بولی	در سوادِ بہن نامِ بولی
آن لوحِ افسانہ گلزارین	گفت با ما ادکل عن سخن
خطہ ایس جنتِ آتش نژاد	از سوائے دانش مینو سواد
کوچکِ ایش سکو بازار	از شرابِ بولی شرافت

عادل آن شهر می سواد	همر کاپ او غلام و چو بد
پیشرو ز دبانگ آنی ناشمن	بر جلو داران عامل ره بند
رفت آن دوش سفر کشیده	غرق اندر تسلیم افکار خویش
چو بد از جام استکبارت	بر سر پیش چو خوش بخت
از ره عال فقیر از رفته	دلگران ناخوش و افسرده تر
بجز صور بوسلی فریاد کرد	اشک از زندان چشم ازاد کرد

صورت بر که بر سار تخت

از گرجا آتش دیگر کشود

خامه بر یوسف زمانه نویں

بند ام عالت بر سر زده

باز گیر اعرس این بد گوهر

نامه آن صوفی حق دستگاه

شیخ نیل آتش از گفتار تخت

با دیو خیریش از شاد نمود

از فیکر سوسه سلطانین

بر متاع جان خج و سنگ زده

وز نه خشم ملک تو باد بجز

لرزه ها انداخت در اندامش

پیکش سریه آلام گشت	زرویل آفت اشکام گشت
بهر حال حلقه زنجیر است	از قلندر عفو این تقضیر
خسرو شیرین بای رنگین بای	نغمه بایش از ضمیر گریان
فطش روشن مثال ماه تاب	گشت از بهر سفارت انتحاب
چنگ پیش قلندر چون توانا	از نو آتش چینه شکر خاست
شوکت کوپخته چو کبیر بود	قیمت یک نغمه گرفتار بود

نیشتر بر قلب ویشان پرا

نخوش را در آتش سوزان

حکایت دین معنی که مسئله نفی خودی از مختصات
اقوام مغلوبه بنی نوع انسان است که باین طریق
مخفی خلاق اقوم غالبه ضعیف می سازند
آشنیدستی که در عهدیم | گوسفندان علفزار میقم

از و فورگاه سل افرا بیدند	فارغ از اندیشه اعدا بیدند
آخر از ناسازی تقدیرش	گشت از تیر بلا سینه‌ش
شیر ما از بیشه سبز بزدند	بر حصار کوسفندان ناخندند
جذب استیلا شعار قوت است	فتح راز آشکار قوت است
شیر کوش هفتا هفت	میش از حریت محروم است
بسکه از شیران نیاید خبر شکا	سرخ شد از خون میش آن مرغ

گو سنفدے زیر کے ہمیدہ	کہنہ سالی گر گیاراں دید
تنگدل از روزگار قوم پیش	اوستمہا ہنر براں سنیہ ریش
شکوہ ہا از گردش تقدیر کرد	کار خود را محکم از تدبیر کرد
بہر حفظ خویش دنا تو	حیلہ ہا جوید عقل کاروان
در غلامی از پیہ دفع ضرر	قوت تدبیر گرد تیز تر
پسختہ چوں گرد جنوں انتقام	فتنہ اندیشی کند عقل غلام

گفت با خود عقده مال مشکلیست	قلزم عنہا مایہ سالست
میش نتواند بزور شیرست	سیم ساعد ما واپو لادست
نیت ممکن کز کمال عظیمند	رنک سعیت پذیرد گو سفند
شیر ز رامیش کردن ممکن است	غاش از خویش کردن ممکن است
مہبط آوازہ الہام گشت	واعط شیران خون آشام گشت
نعرہ زدای قوم کذاب شر	بے خبر از یوم نحس مستمّر

مایه دار از قوتِ رحمتِ وحایم

دیدہ بے نور را نور آیدم

توبہ از اعمال نامحمود کن

ہر کہ باشد تند و زور و شہوت

روح نیکان از علف یابند

تیزی ندان ترا رسوا کند

بہر شیراں سرِ سبز دایم

صاحبِ دستور و مامور آدم

آئیہاں اندیش فکرِ نو کن

زندگی مستحکم از نفی خودی است

تارک اللہم است مقبول خدا

دیدہ ادراک را اعمیٰ کند

جهت از بهر عیفا است و بس	قوت از اسباب است و بس
جهت جو غطیت سطوت است	تنگدستی از رت حوت است
برق سوان در کین دانه	دانه کر خرمن و فرزانه
ذره شو صحر مشوگر عالی	تا ز فیض نیرت تا شوی
لے که می نازی بزم گوسفند	نجح کن دراکه باشی از جند
زندگی رامی کند ناپایدا	جبر و قهر و انتقام اقتدا

سهره پامال است و بیدار بیا	خواب مرگ از دیدن شوید باریا
غافل از خود شو اگر فرزانه	گر ز خود غافل نه ادیوانه
چشم بند و گوش بند و لب بند	تار سله فکر تو بر چرخ بلند
این علف زار جهان سبزه است	تو برین موم نام آتش است
قوم شیراز است چه خمسته بود	دل بنده ورق است راحت بسته بود
آمدش این غلط خواب و پسند	گشت مسحور از کلام کوسفند

آنکه کردی کوسفندان اشکاک
 با بندگان سازگار آمد علف
 از علف آن تیزی ندان نماید
 دل تدبیر از میان بهینه رفت
 آن جنون کوشش کامل نماید
 اقتدار و عزم استقلال رفت

اگر دین کوسفندی خستیا
 گشت آخر گوهر شیر خنی ف
 بهیبت چشم شرار افشان نماید
 جوهر آینه از آینه رفت
 آن تقاضای عمل در دل نماید
 اعتبار و عزت اقبال رفت

پنجه بامے آہنیں بے زور شد	مردہ شد دلہا و تنہا گوشہ
زور تن کا بید خوف جان فرود	خوف جان ساریہ ہمت ربو
صد مرض پیدا شد از بے ہمتی	اکوتہ دستی بیدلی دُور فطرتی

شیر بیدار از فسونِ مہیشِ خفنت

انحطاطِ خویش را تہذیبِ گھنٹ

در بیان اینکه سلاطون یونانی و حافظ شیرازی
 که تصوف و ادبیات اقوام اسلامی از تخیلات
 ایشان اثر عظیم پذیرفته بر مسلک گوسفندی رفته
 اند و از ایشان احتراز واجب است

راهنمای سلاطون حکیم	از گروه گوسفندان قدیم
---------------------	-----------------------

رخش او در پلوت معقول گم
 آبخنا افسون نام محسوس خورد
 گفت ستر زندگی در مردن است
 بر تخیلهای ما فرمانرواست
 کوفته دایره لباس آدم است
 عقل خود را بر سر گرد و ساند

در کهستان جو و افکنده سُم
 اعتبار از دست چشم گوشتن برد
 شمع را صد جلوه از افسردن است
 جام و خواب آور و گیتی ربا
 حکیم او بر جان صوفی محکم است
 عالم اسباب افسانه خواند

کار و تحلیل اجزای حیات	قطع شاخ سر و عنای حیات
فکر افلاطون یار اسو گفت	حکمت او بود رانا بو گفت
فطرتش خوابیده خوابی آفرید	چشم هوش او سر بے آفرید
بسکه از ذوق عمل مرم بود	جان او وارفته مع مرم بود
منکر یزگامه موجود گشت	خالق اعیان نامشهود گشت
زند جان عالم امکان خوش است	مرد دل عالم اعیان خوش است

آتش بے بہر از لطفِ حرام	لذتِ قمار یکیش حرام
شبنمِش از طاقِ رم بے نصیب	طارشِ اسینہ از دم بے نصیب
ذوقِ رسیدنِ نذر دانه‌اش	از طپیدنِ بخبرِ روانہ‌اش
راہبِ پاچارہ غیر از رستمند است	طاقِ غوغایِ این عالم بد است
دل بسوزِ شعلہ افروز است	نقشِ آن دنیایِ اقیوں خوب است
از نشمینِ سوغِ گردوں پر کشود	باز سوغے آشیان نامد فرود

در خیم گردون خیال او گم است	من ندانم در دیار خشت بخت
-----------------------------	--------------------------

قومها از سکر او مسموم گشت

خفت از لطفِ عمل محروم گشت

هوشیار از حافظ صهبای گسا	جانش از زهر اجل سزاید آ
--------------------------	-------------------------

هین ساقی خمر پیریز او	مے علیج بهول رستاخیز او
-----------------------	-------------------------

نیت غیر از ناده در بازار او	از دو جام آشفته شد دستار او
-----------------------------	-----------------------------

چوں آبِ بادہ گلگون شود	مایه ارجمست قارون شود
منفی قسیم او مینا بدوش	محبس ممنون پیر فروش
طوف ساغر کردل رنگی	تو هفتک از باب چنگی
در منور عیش مستی کامل	از خمه خوں در دلی پادگلی
رفت و غل ساغر و ساقی گذشت	بزم ندان و منی باقی گذشت
چوں حمز صندلہ رسوا کشید	عیش ہم در منزل جانان ندید

بر لب آتشعله فریاد بود	در محبت پیر فریاد بود
طاقت پیکار با خستنداشت	تخم نخل آه در کهر کاشت
رنه اندر دینش از مکرگان با	مسلم و ایمان او ز نار دار
خواجہ محروم ذوق بجای است	آینجاں مست شراب بندگی است
دست او کوتاه و خرمابریل	دعوی او نیست غیر اقبال قیل
آن امام مست بیچارگان	آن فقیه ملت می خوارگان

گویند هست و نوا آموست
عشو و ناز و آواست

دل بایست اوزهرست
چشم او غارتگر است

ضعف نام تو انانی دهد
ساز و اقوام را خاکند ✓

از بزیونان زمین برکتر است
پرده عودش حجاب کبر است

نغمه چنگش دلیل انحطاط
هاتف احب سیرل انحطاط

بگذر از جانش که در مینا خویش
چون میدان حسن اردشیش

مرزا برستی شیدا کند	از تخمیل جنتی پیدا کند
ناوک او مرگ را شیرین کند	ناوک اندازے کئے تاب دل برد
صید را اول بھی آرد و خوب	مارِ گلزارے کہ دار و زینہ باب
کشتنش شکل کہ ماخانی است	عشق با بجز ہنس خود کشتی است
عُرفی آتش زباں شیرازی است	حافظ جادو بیاں شیرازی است
آن کنار آب رکن آباد ماند	ایں سو مکہ خود می کجہا ہند

این تیل، تمّت مردانه	آن نر مرز زندگی بیگانه
دست این گیر ذرا بجم خوشه	چشم آن از اشک دارد توشه
روز محشر رحم اگر گوید بگیر	عرفیا! فردس مهور او حیر
غیرت او خنده بر حور دارند	پشت پا چربت الما و زند
باوه زن با عرقی هنگامه خیر	زنده؟ از صحبت جانگیر
این سخن از ندگی از مار بود	جام او شان جمی از مار بود

محفل اود و خور برانیت | ساغرا و قابل احرا نیت

بے نیاز از محفل حافط گذر

الحذر از گوشت و دانا بخور



در بیان اینکه تربیت خودی را سه حال است
 مرحله اول را اطاعت و مرحله دوم را ضبط
 نفس و مرحله سوم را نیابت الهی نامیده اند
 مرحله اول اطاعت

خدمت و محنت و شغلا و اشتیاق	صبر و تقال و کار اشتیاق
-----------------------------	-------------------------

کاروان زورق صحراست	کارم و در راه کم غوغاست
کم خور و کم خواب و محنت پیشه	نقش پایش قنوت هر پیشه
پایه کو با سونمزل می رود	راکب سامان و محل می برد
در سفر صابر از اسوار خویش	خوش آن کیفیت قار خویش
بر خوری از عنده حسن المآب	تو هم ز بار فرائض مستجاب
می شود از جبر سید اختیار	در اطاعت کوشش اغفلت شعار

ناکس از فرمان پیری کشود	آتش ارباشد ز طغیان شود
هر که تسخیریه و پروین کند	خوش را از بخیری آفرین کند
باد را زندان گل خوشبو کند	قید نوراناف آه کند
می زند اختر سوئے منزل قدم	پیش آینه تسلیم خم
سبز برین نمور و سیده است	پامال از ترک آں گردیده است
لاله پیهم سوختن قانون او	قص برادر گری خون او

قطره دریا است از این صیل	ذره هاست از این صیل
باطن هر شے ز آینه قوی	تو چرا غافل ز این سامانوی
باز آئے آزاد دست و قدیم	زینت پاکین همان زنجیریم

شکوه سنج سختی آیین مشو

از حد و دزدندگی بیرون مرو

مرحله دوم ضبط نفس

خود پرست و خود سوار خود پرست	نفس تو مثل شتر خود پرور است
تا شوی گوهر اگر باشی خرب	مرد شو آور ز مام او کیف
می شود فرمان پیر از دیگران	هر که بر خود نیست فاش روان
با محبت خوف را میخستند	طرح تعمیر تو از گل رخستند
خوف آلام زمین و آسمان	خوف دنیا خوف عقیقی خوف جان

حُبِّ خولیش و اقربا و حُبِّ زین

گشته فحشا و هلاک مُنکرات

طهریم خوف را خواهیست

ختم نکرد دیشین باطل گزینش

خاطرش مرعوب غیر الهیت

فارغ از بند زین اولاد شد

حُبِّ مال و دولت حُبِّ وطن

آمتزاج ما و طین تن پرور است

تا عصائے اله داری بدست

هر که حق باشد چو جان تنش

خوف را در سینه اورا نیست

هر که در سلیم لا آباد شد

می کند از ماسوی قطع نظر	می نهد سا طور هر تلویح
-------------------------	------------------------

بایکی مثل بجوم شکرت	جان کچیم اوز بادار زان تراست
---------------------	------------------------------

لااله باشد صد فک هر نماز	قلب سلم راجع اصغر نماز
--------------------------	------------------------

در کف مسلم مثال خجرت	قاتل فحشا و بغی و منکرست
----------------------	--------------------------

روزه بر جوع عطش شبنون نند	خیبر تن پوری رشکند
---------------------------	--------------------

منان را فطرت افروز است حج	هجرت آموز وطن سوز است حج
---------------------------	--------------------------

طاعتے سر پر جمعیتے	ربط اور اوراق کتاب ملتے
--------------------	-------------------------

حُب دولتِ افنا سازد زکوٰۃ	ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ
---------------------------	---------------------------

دل نہ حتیٰ تنفقوا محکم کند	ز رفراید اُلفتِ ز ر کم کند
----------------------------	----------------------------

ایں ہمہ اسبابِ شجاعت	پنجتہ محکم اگر سلامت
----------------------	----------------------

اہلِ قوت شوزور و یا قوی

تا سوارِ اُشترِ خاکی شوی

مرحلہ سوم نیابت الہی

گر شربانی جہان بینی کنی	زیب سراج سلیمانی کنی
تا جہاں باشد جہاں آتشوی	تا جدار ملک لایلی شوی
نائب حق د جہان بودن نیست	بر عناصہ حکمران بودن نیست
نائب حق ہمچو جان عالم است	ہستی او ظل اعظم است

در جهان قائم بامر الله بود

ای بساط کهنه را بر نم زد

عالمی دیگر بسیار در وجود

وید از کشت خیال او چو گل

از حرم بیرون کند صنام را

بهر حق بیداری خواب

از رموز جزو گل آگه بود

خیمه چوین و عیسایم زند

فطرتش معمور و نمی آید نمود

صدها مثل جهان جزو گل

پنجه سازه فطرت خرام را

نغمه اتا در دل از مضارب

شیر آموذ آهنگ شایب	می دهد هر چیز را زنگ شایب
نوع انسان ابشیر و هم ندیر	هم سپاهی هم سپهر هم امیر
مدعای علم الاسماست	سر سحران الودی اسراست
از عصا و سفیدش محکم است	قدرت کال بعثش توام است
چون غنا گیرد بدست آن شهسوار	تیز تر گردد سمش روزگار
خشک سازد بیت انبیل را	می برد از مصر اسیر را

از قلم او خیسند و اندکوترین	مرده جهانها چون صدف و برچین
ذات او تو حیثیات عالم است	از جلال او نجات عالم است
ذره خورشید گشت از سایه اش	قیمت هستی گران از مایه اش
زندگی بخشد ز اعجاز عمل	می کند تحسید انداز عمل
جلوه با خیر ذر نقیشت	صد کلیم آواره سینک او
زندگی را می کند تفسیر نو	می هد این خواب را تعبیر نو

نغمہ نشیندہ ساز حیات	ہستی کنون اور از حیات
تا دویست ذات و نمود شود	طبع فطرت عمر با دھن تپید
ز غنیمت بر آں شہسوار آید پید	مُشیت خاک با سرگردوں سپید
شعلہ فرداے عالم سوز ما	خفتہ در خاکستر امروز ما
چشم ما از صبح فردا روشن است	غنیمت کلستان دہشت است
اے فروغ دیدہ امکاں بیا	اے سوار شہب دہراں بیا

رولق ہنگامہ ایجاد شو	در سواد دیدہ با آباد شو
شوش اقوام اخاموش کن	نغمہ خود را بہشت گوش کن
خیز و قانون اخوت سازدہ	جام صہبائے محبت باز دہ
باز در عالم بیار ایام صلح	جنگجویان ابدہ پیغام صلح
نوع انسان مزرع و تو حاصلی	کاروان زندگی را منزلی
ریخت از جو خزان برگ شجر	چوں بہاران ریاض ناگذر

بجده با طفلك و برنا و پیرا | از جبین شمسار ماگیر

از وجود تو سر اسراریم ما

پس با لام جهان سازیم ما

در شرح اسرار اسمائے علی مرتضیٰ

مسلم اول شه مردان علیؑ | عشق را سر مایه ایمان علیؑ

درجہاں مثل گہر تابندہ ام

در ریاض او چو بو آوارہ ام

مے اگر ریزد ز تاک من از تو

می تو اں دیدن نوادر سینہ ام

ملت حق از شکوہش فر گرفت

کائنات آئین پی یازد و دوشش

از ولایت دوداشت زندہ ام

ز گسم وارفتہ نظارہ ام

ز مزم ارجوشہ خاک من از تو

خاکم و از جہر او آئینہ ام

از رخ اوفال پیغمبر گرفت

قوت دین بسین فرمودہ اش

حق یدا الله خواند درم الکتاب	مُرسل حق کردناش بو تراب
سر اسماعی علی داند که صیت	هر که دانای موزر بگیت
عقل از بیداد او در پیوست	خاک تاریکه که نام او هست
دیده غمی گوش ناشنوا ازو	فکر کردوس رس من پیمازو
رهران دل برین شکست	از هوس تیغ دو و دارد بد
این گل تاریک را کسیرد	شیر حق این خاک را تنخیرد

بوتراب دستِ قلیمین است	مُتضلی کرتیغ او حق روشن است
آبروی مرد از خود داری	در جهان هستی اندر گری
باز گرداند ز مغرب آفتاب	هر که در آفاق گردد بوتراب
چون نگین خاتم دولتشیت	هر که زین مرکب تن تنگست
دست او آنجا قسم کوثر است	زیر پاش اینجا شکو خیز است
از ید الهی شهنشاهی کند	از خود آگاهی ید الهی کند

زیر فرش مجاز چوین مُوم	دستِ او در آیه شهرِ مُوم
تا می رسد خجسته ای از خاکِ خیش	حکمران بایشدن خاکِ خیش
خاک را بشو که این مدنگی است	خاک گشتن بدین مدنگی است
تا شوی بنیاد دیوارِ چمن	نگاشته ای همچو گل نازِ کین
آدم را عالمی تعمیر کن	از گل خود آدمی تعمیر کن
خشت از خاک تو بندد دیگر	گر بنا سازی دیوار و در

آنے جو چرخ ناہنجار تنگ

جام تو فریادی بیدارنگ

نالہ و فریاد و ماتم تا کج

در عمل مخفی است مضمون حیا

ذوق تخلیق است فانون حیا

خیز و خلاق جهان باز شو

شعله در بر کن خلیل آواز شو

با جهان نامساعد ساختن

ہست در میدان سپر انداختن

مرد خود داکر کہ باشد پختہ کا

با مزاج او بسازد روزگار

از مایه حبیبِ سلیم

عشق بادشوار و زید حسن است

ممکنات قوتِ مردانِ کار

حرّبه و همّتِ کینِ اوست

زندگانی قوتِ پیداست

عفو بیجا سزایِ نجات

بمقتضای از مهابتِ سلیم

چون خلیل از شعله گلچین است

گرد دوازده شکل پسندی کار

زندگی این آیینِ اوست

اصل او از ذوق استیلاست

سکته در بیتِ مژگون حیات

ناتوانی اوقات خجاست

بطش از خوف و دروغ است

شیرش از بهر مایم فریب است

دکینهای نشیند این غنیم

مثل حباب هرمان رنگش دگر

پرده با بر رو او انداختند

هر که در قدرت مانده است

ناتوانی زندگی از بهر است

از مکارم اندون او است

هوش از آن صاحب عقل سلیم

گر خردمندی یب و مخور

شکل او اهل نظر نشیند

گاہ اور ارجم و نرمی پر دہار	گاہ می پوشد ردائے انکسار
گاہ او مستور و مجبوس است	گاہ پنهان رتبه معذوری است
چہرہ در شکل تن آسانی نمود	دل در دست صاحب قوت بود
باتوانائی صداقت تو است	اگر خود آگاہی سپین جام جم است
زندگی کثیت و حاصل قوت است	شرح رفرحق و بطل قوت است
مدعی گر صاحب قوت بود	دعویش مستغنی از حجت بود

خویش را حق داند از بطلان حق	بطل از قوت پذیرد حق
خیر را گوید شری شری شود	از کُن او زهر کوثر می شود
از دو عالم خویش را بهتر شمار	آن آداب امانت به خبر
ظالم و جاہل ز غیر الله شود	از رموز زندگی آگاہ شود

چشم و گوش و کُتِبْ اے ہر شہمند

گزینہ بینی راہ حق بر من بخند

حکایت نوجوانی از مروک پیش حضرت
 سید مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ آمدہ از
 ستم اعدا قریب کرد

مرقد او پیر خیر احرم

در زمین ہند نغمہ سجدہ سخت

حق زحرف او بلند آواز شد

سید ہجویری مخدوم امم

بند ہائے کوہ سار آسان گشت

عہد فاروق از جہالتش تار شد

از نگاہش خانہ بطل خراب

خاک پنجاب از دم او زنده گشت

از جنبش اشکار اسرار عشق

قازم در قطره مضمر کنم

وارد لاهور شد از شهر مرو

تا بایده تیش آفتاب

پاسبان عزت اُمّ الکتاب

صبح ما از مهر او تابنده گشت

عاشق و هم قاصد طیار عشق

داتانے از کمالش سر کنم

نوجوانے قاتش بلا چور و

رفت پیش سید و الاجنب

گفت محصور صف اعدا استم	در میان سنگها میناستم
با من آن موز و شیشه گرد و مکل	زندگی کرون میان دشمنان
پیر و انا که در دشت حمال	بسته پیمان محبت با جلال
گفت آنو نامحرم از راز حیات	غافل از انجام آغاز حیات
فارغ از اندیش اغیار شو	تو خوابیده بیدار شو
سنگ چون بخوبان شیشه کرد	شیشه گرد و شکستن بشیه کرد

نقد جانیش با نهن پیر	ناتوانم در اگر مهر و شمر
از گل خود شعله طور آفرین	تا کی خود را شمار می با طین
شکوه سنج دشمنان بودن چرا	با غریزای سرگران بودن چرا
هستی او رونق باز آریست	راست میگویم عهد هم یاریست
فضل حق داند اگر دشمن قویست	هر که دانا مقامات خودیست
ممکنش را بر انگیزد ز هوا	کشت انسان را عذاب و سزا

نگار آست اگر عقیقت

نگہ گرد و فسان تیغِ عزم

مثل حیوان خور آسودن چو سود

خویش اچوں ان خودی محکم کنی

گرفتا خواهی ز خود آزاد شو

چیت مرن لہو حوی قلین

سِلَاسِ اُپْت و بَلَنْد جَاوَد

قطع منزل امتحان تبیع عمر

گزین خود محکم نه بودن چه سود

تو اگر خواهی جهان بر هم کنی

گرفتار خواهی بخود آید و بشو

توجہ پنداری ق جان ن

دخودی کن صورت یو مقام	از اسیری تاشهنشاهی خام
-----------------------	------------------------

از خودی اندیش و مرد کاشو	مرد حق شو حال اسرار شو
--------------------------	------------------------

شرح راز از داستانهایم	غنچه از زویر نفس و میکنم
-----------------------	--------------------------

”خونستر آل بایست که سر دلبران

گفته آید در حدیث دیگران“

حکایت طائرے کہ از شنگی بتیاب بود

طائرے از شنگی بتیاب بود	دو تن او ممال موج دود
ریزہ الماس در گلزار دید	شنگی نظارہ آب آفرید
از فریب ریزہ خورشید تاب	مزع نادان سنگ را پند آید
مایہ اندوز نم از گوہر شد	ز دہر و منقار و کاشش تر شد
گفت الماس اے گرفتار ہوں!	تیز بون کردہ منقار ہوں

قطره آبِ نیم ساقی نیم	من برائے دیگران باقی نیم
قصدِ آزارم کنی دیوانہ	از خیانتِ خود نما بیگانہ
آبِ من منقارِ مرغِ غن بشکند	آدمی را گوهرِ جاں بشکند
طرازِ الماسِ کامِ دل فیت	روئے خویش از ریزہ تابندہ فیت
حسرت اندرینہ اش آبِ گشت	در گلوئے او تو افریاد گشت
قطره شبِ نیم سر شاخ گلے	تافتِ مثلِ اشکِ چشمِ بِلدے

تابِ محو سپاسِ آفتاب	لرزه برتن از بهر اس آفتاب
کو کبم خوسه گردون آو	یکدم از ذوق نمود استاوه
صدرب از غنچه و گل خورده	بهره از زندگی نابرده
مثل اشک عاشق دلاوه	زیب تر گمانه چکیده آماوه
مرغ مضطر زیر شاخ گل سید	درهانش قطره شب نیم سید
ایکدمی خجسته ای دشمن جان سی	از تو پرسم قطره یا کوهری

چون سودش نمی طائر گشت	از حیات دیگر سر یست
قطره نخت اندام گو نه خردنو	ریزه الماس بود و او نبود
غافل از حفظ خودی مکیدم شو	ریزه الماس شو شب نم شو
پخته فطرت ز کعبه ساز باش	حال صد ابرو دریا بار باش
صوت منضو اگر خوب شنوی	همچو حق بالاتر از این شوی
سوز مضمون دگر منضو خست	جلوه قصیده و متاع طور خست

رفت از تن روح گردون تا ز او	از اهل بیگانه ماند آواز او
نعره اش در لپت جو گویائی ندید	سر بر او از قطره نوش کشید
نخوش را در ایام خورشید	یستم و از بستن سها خورشید

نغمه سپید کن از تار خودی

آشکارا ساز از خودی

حکایت الماس و زغال

او حقیقت باز بکشایم در	با تو می گویم حدیث دیگر
گفت با الماس معدن زغال	ای این جلوه های لازوال
همدیهم هست بود و یکیت	در جهان اصل وجود یکیت
من بکایم میزد در ناگسی	تو سرتاج شهنشاهان سی
قدر من از بدگلی کمتر ز خاک	از جمال تو دل آینه چاک

پس کمال جوهرم خاکست	روشن تارکی من مجرست
بر متاع هستم خگرزند	پشت پاکس را بریزند
برگ ساز، هستم دانی حسیست	بر سر سامان من بیداریت
مایه دار یک شرابسته	موجه دو دهم پیوسته
جلوه ماخیزد هر چه تو	مثل انجم رو تو هم خفته تو
گاه زب سته خج شوی	گاه نور دیده قیصر شوی

گفت الیاس اے رفیق نگهبان!	تیر خاک از پختگی گرد و بگیس
تا به پیرایون خم و درنگ شد	پسخته از پیکار مثل ننگ شد
پیکرم از پختگی ذوالنور شد	سینه ام از جلوه ها مغموش شد
نوار گشتی از وجودم خاموش	سوختی از نرمی اندامم پیش
فارغ از خوف و غم و دواش	پسخته مثل ننگ شوالد باش
می شود از دوا عالم تبینر	هر که باشد سخت کوشش و سخت گیر

کوسر از جیبِ نرم وین است	مُشتِ حاصلِ ننگِ است
زینتِ پهلویِ بَرِ ایش است	پُختِ گِهاجُتِ خودِ گاهِ است
بوسه‌ها سو و احمق است	رُتبه‌اش از طُورِ بالِ است

وصلاتِ بروئے زندگی است

نا توانی ناکسی بختِ گیتی است

حکایت شیخ و برہمن و مکالمہ گنگا و ہمالہ
 در معنی اینکه تسلسل حیات ملیہ از محکم گرفتن
 روایات مخصوصہ ملیہ می باشد

در بنارن ہمندے محترم	غوطہ خوار قلمم بود و عدم
بہرہ وافر حکمت داشتے	با خدا ہویاں ارادت داشتے

با شریا عقل او هوش بود مهر و مهر جگرش سپید ساقی حکمت بجایش مست چشمش طائر معنی ندید عقد بود و عدم نشوده ماند چهره نماز دل حیران او	ذهن او گیر و ندرت کوش بود آتشش صومرت غنقا بلند مدّته بینای او زخمت دریا فیض علم و دانش دام چید ناخن منکرش سحر آلوده ماند آه برب شاہد حرمان او
---	---

رفت زور نزد شیخ کاک	آنکه اندر سینه پرورد دل
گوش گرفت از آن زنانه	بر لب خج و مهر خاموشی نهان
گفت شیخ اطراف حرم بلند	اندک عهده وفا با خاک بند
تاشدی آواره صحرانوست	فکر بے باک تو از گردن گشت
بازم در سازه گردن نور	در تلاش گوهر بزم گرد
من نگویم از بهتان نیز اثر	کافری شاکسته ز نار اثر

پشتِ پارسکِ بازن	اے مانتِ ارتہذیبِ کہن
کفر ہم سرائے جمیعتِ است	گرز جمیعتِ حیاتِ ملتِ است
در خورِ طوفِ حرمِ دل نہ	تو کہ ہم در کافری کامل نہ
تو ز آذر من ابرائیم و	مانده ایم از جادہ تسلیم و
در جنونِ عاشقی کامل نشد	قیس ماسوائی محل نشد
از خیالِ آسمانِ بچہ سُود	مرد چو شمعِ خدیوِ رُود

آب و در این کهنه چنگ	گفت رو در با هماله و گنگ
آن صبح آفتابش تیر و تیش	پیکرت از رو و باز تابش
حق ترا با آسمان هم از ست	پات محروم سر نام ز ست
طاقتِ رفتار از پات بود	این وقار و رفعت و تمکین چو
زندگانی از خرام پهن است	برگ و سادستی موج از ست
کوه چو این طعنه از در پاید	صد شتر از سینه خارا پرید

گفت سپید تو آینه ام

این مازسا مان فنا

از مقام خود نداری آگهی

ای ز بطین حرج گردان آوه

هستی خود نذر کس مسمی

همچو گل در گستان خود دار شو

چو تو صد یاد وین سینه ام

هر که از خود رفت شایان فنا

بریان خویش نازی ابله ای

از تو بهتر حاصل افتاده

پیش نهر نقد جان اندختی

بهر شر بوی گلچین مرو

زندگی بر جانے خود لیک است	از خیالان خودی گلچید است
قرنها بگذشت و من یاد پر کلم	تو گمان داری که دور از منم
هستم بالید و تا گردوی رسید	زیر دامنم شریا آرمید
هستی تو بے نشان قلزم است	ز روی من سجده گاه انجم است
چشم من بینا اسرار فلک	آتش گوشه پر از فلک
تا روزی سعی سپهر خست	لعل و الماس گهر اند خست

قطرہ؟ خود را بپا خود میر	و طلاطم کوش با قلم ستیز
آبے ہر خواہ و گو ہر تیرہ شو	بہر کوش شاہ کے وزیرہ شو
یا خود افزا شو بک فقا شو	ابریق انداز و دریا بار شو
از تو قلم سائل طوفان شو	شکوہ رنج تنگی دامن شو

کمتر از موبے شمار دھویش را

پیش پائے تو گزار دھویش را

در بیان اینکه مقصد حیاتِ مُسْلِم اعدائے
 کلمۃ اللہ است و جہاد اگر محرک او
 جوع الارض باشد در مذہب اسلام
 حرام است

عشق را ناموس و نام بیگانه	قلب را از صبغة اللہ رنگ ده
مُسلم را عاشق نباشد کافرا	طبعِ مُسلم از محبت قاهر است

تابع حق دیش نایش	خوش نوشیش غایش
درفشیش مضی حق گم نمو	اِس سخن کے باورِ مرم شود
خیمہ میدانِ اللہ زو است	در جہاں شاہ علی الناس است
شاہدِ حاشِ نبی نس و جا	شاہدِ صاقِ ترین شاہاں
قال ابگذارِ بابِ حالِ زن	نورِ حقِ ظلمتِ اعمالِ زن
درباغِ خسروی پوشِ نی	دیدہ بیدارِ خدا اندیشِ نی

تاز تو گرد و جلاش آشکار

اگر خدا باشد غرض جنگ است خیر

جنگ باشد قوم را نا اچند

هر خفی از نور جان او جلی

نغمه عشق و محبت را نه

مشعل نور هدایت بهر ما

قرب حق از هر عمل مقصود است

صلح شهر گرد و چو مقصود است غیر

گر نگردد حق ز تیغ مابلند

حضرت شیخ میان میر ولی

بر طریق مصطفی محکم پی

ترتیبش ایمان خاک شهر ما

از مریدش شش مهندول	بر در اوجیه سراسما
قصید تنخیر ممالک داشته	شاه نجم حسن دل کاشته
تیغ ر ایل من مزید آموخته	از بهوش آتش بجا آفرخته
اشکش در عرصه پیکار بود	در کن هنگامه با بسیار بود
تا بگیرد از دُعای ساریه	رفت پیش شیخ گردون پایه
از دُعای پیر را محکم کند	مسلم از دنیا سوسه حق ر کند

شیخ از گفتار نه خاموش ماند

تا مریدے سکه سیمین بد

گفت این ند حقیر از من پذیر

غوطه باز در رخ محنت نیم

گفت شیخ این رخ سلطان ما

مکران مهر واه و اسبم است

برم در پستان سراپا گشود ماند

لب کشف و مهر خاموشی شکست

انے حق آوا گان ادستگیر

تا گره زرد در همه را دامنم

آنکه در پیر این شای گداست

شاه مفلستین مردم است

دیده بر خوان بجانب دوخت	آتش عجزش بهما سوخت
قحط طوعون تابع شمشیر او	عالمی ویرانه از تعمیر او
خلق در فریاد از ناداریش	از تهیستی ضعیف از ایرش
سطوتش این جهان را بشست	نوع انسان را و این است
از خیال خود در فرب فکر خام	می کند تاراج را تسخیر نام
عسکرشاهی افواج غنیم	هر روز از شمشیر جمع او دو نیم

آتش جان گدا جوع کد است | جوع سلطان ملک و ملکیت

هر که خجسته بر غیر الله کشید

تینغ او در سینه او آرمید



اندرز میرنجات نقش بند المعروف به بابائے
 صحرائی که برای مسلمانان هندوستان
 قسم فرموده است

تو هم از بطن خودی ز ایدیه	ایکه مثل گل ز گل بالیده
قطره می باشی بجز آشام باش	از خودی مگذر بقا انجام باش

تو که از نور خودی تابیده	گر خودی محکم کنی پائنده
سود و جریب بهمین سوداست	خواجگی از حفظ این کلاسته
هستی و از نیستی تر سیده	اے سرت گردم غلط فهمیده
چوں خبر دارم ز ساز زندگی	با تو گویم چیست از زندگی
غوطه در خود صوت گوهر زن	پس خلوت گاه خود سر بر زن
زیر خاکستر شرار انداختن	شعله گردیدن نظر با روشن

طوفِ غمِ دکن شعلہ جوالہ شو	خانہ سوز طاعتِ چل سالہ شو
خوش را بیتِ محرمِ دہست	زندگی از طوفِ دیگر سبت
ہمچو طائرِ امن از آقا دہش	پرن از جذبِ خاکِ آزا دہش
بر سرِ غارِ آتش بیانِ خمبند	تو اگر طائر نہ اے ہوشمند
باتومی گویم پیامِ سرِ روم	ایکہ یاشی در پے کسِ علوم
علم را بر دل زنی یارے بود	علم را بر تن زنی مارے بود

آنکه داد اند حلب در علوم	آگه از قصه اتخود دروم
کشیش طوفانی ظلمات عقل	پایه دزد بخیر تو جهات عقل
بیخیز از عشق و از سودا عشق	موی بر گانه سینا عشق
وز حکم صد گوهر بایند هفت	از تشک گفت از اشراق گفت
نور کش هر خفی را نمود	عقد های قول مشایخ شود
بر لب او شرح امر اکرب	گرد و پیش بود انبار کرب

پیر تبریزی زارشار د کمال	جُست اِهکتبُ ملاجلال
گفت این غوغا قیل و قال چیست	این قیاس و هم است لاجپیت
بلوئی نمونان داس لب بند	بر تقاللات خرمندان مخند
پایه خویش ارمکنم بیرون گذار	قیل و قال است این سراپا و چه کار
قال ما از فهم تو بالاتر است	شیشه ادراک از تو ننگر است

۱۳ حضرت شیخ کمال الدین جندی رحمه الله علیه ۱۲

آتش از جان تبریزی کشود	حرف شمس احدت فروز
خاک از سوز دم او شعله زد	برزین برق نگاه اوقاد
دفتر آن فلسفی پاک خست	التهاب دل خیر ادراک خست
ناشناس لغمهای ساز عشق	ملوی بر گیانه از اعجاز عشق
دفتر ارباب حکمت سوختی	گفت این آتش چپال فروختی
ذوق و حال این ترا بوی چار	گفت شیخ اے مسلم ز نادرا

شعله ماکیمائے احرار است

حال از فکر تو بالا تر است

از سحاب فکر تو بار دگر است

ساختی از برف عکس زویر است

شعله تعمیر کن از خاک خویش

آتش افروز از خاشاک خویش

معنی سلام ترک آفل است

علیم مسلم کامل از سوز دل است

چون بند آفل ابراهیم است

در میان شعله با نیکو نشست

بہر نائے نقد دیں رہا ہستی

واقف از چشم بیا و خود نہ

از دہان اژدہا کو طلب

نافہ مشک از گدلیہ خوا

کیف حق از جام پر کا فر مجو

راز دان دانش نو بود دام

علم حق را در قفا انداختی

گرم و در جوتوئے سرمہ

آب چہاں از دہم طلب

سنگ اسود از دہنخانہ خواہ

سوز عشق از دانش حاضر مجو

مدتے مجو تک و بود دام

محرمِ این گلستانم کرده اند	باغبانان امتحانم کرده اند
چوں گل کاغذ سراپا بختی	گلتانے لالہ زارِ عجب تے
آشیاں شبرخ طوبیٰ بستہ	تاز بند این گلستانِ شہ
بُت پرست و بُت فروش و بُت گرا	دانش حاضر حجابِ اکبرست
از حد و حسن و ناهجستہ	پابندانِ منطقِ اہرستہ
بر گلویں خویش تنِ خنجر نہاد	در صراطِ زندگی از پافتاد

شعلہ ہائے او نشانِ آتشِ سر

آتشِ وار و نشانِ لاله سر

در جہانِ جستجو ناشاد ماند

فطرتش از سوزِ عشق آزاد ماند

بہ سوزِ نشترش سودا عقل

عشقِ افلاطون علتِ عقل

سومناں عقلِ راجح و عشق

مجلہ عالمِ ساجد و مسجود عشق

ایں مے دیرینہ در سینا نشینیت

شورِ یاربِ قسمتِ شہاں نشینیت

سر دیگر را بستاند ختی	قیمت شمشاد خود نشا ختی
بر نوائے دیگران دل می نهی	مثل نه خود را از خود کو دی نهی
جنس خمی جمعی بی از دکان غیر	آه گدائے ریزه از خوان غیر
مسیح او از شراره خست	بر نم سلم از چرخ غیر خست
ناوک صیاد پهلوش دید	از سواد کعبه چو آهوسید
انے خودم کرده باز آسوخش	شد پیرین گل گل چوین خوش

وحدت گم گشته خود باز یاب	ایمین سکت اُم الکتاب
کافرا از ترک شعائر تمیم	ماکه دربان حصار تمیم
بزم رندان حجازی بکرت	ساقی ویرینه را ساغر است
خنده زن کفر است برلام	کعبه آباد است از صبت نام
رشته تبیج از زنا رستا	شیخ و عشق تباں سلام با
سخره بهر کو دکان کوشند	پیر با پیر از بیاض موشند

دل ز نقش لا اِلَه بیکانه	از صنم های هوس تختانه
میشود هر ویران و خرقه پوش	آه زین و اگران دین فروش
یا مردان فروشند سفر	از ضرورت ها ملت بیخبر
دیدم های نور مثل زنگس اند	سینه ها از دولت دل مفلس اند
بین من علامه ها سجاده ها	پیش پای خف فروش افتاده ها
و عظام هم صدویا منصب پر	اعتبار ملت بیضا کست

واعظِ ماہِ ششمِ رتبخانہ دوست | مفتی دینِ مسبین مفتیِ خست

چیت یاراں بعد ازین تہ بیرا

رخِ سوسے میخانہ دارِ پیرا

الوقتِ سیف

سبز بادِ احاکِ پاکِ شافعی | عالمِ خوشِ زناکِ شافعی

فکر او کو بزدل گردون حمیده است

من گچچه تخم سترش شمشیر پیت

صداش بالاتر از امید و بیم

سنگ از یک ضربت او تر شود

در کف موسی سپهرش شیر بود

سینه دریا احمرا چاک کرد

سیف بر آن وقت نامیده است

آب و سریر دار از زندگیت

دست او بیضا تر از دست کلیم

بحر از محرومی نم بر شود

کار او بالاتر از تدبیر بود

قلزم را خشک مثل خاک کرد

چنجه چیدر که خیر گیر بود	قوتِ اواز بهین شمشیر بود
گردش گردون گردان دیتی	انقلابِ زویش فیمین دیتی
اے اسیرِ دوشِ فردا درنگر	در دلِ خود عالمِ دیگر نگر
در گلِ خود تنمِ ظلمتِ کاشتی	وقتِ راشلِ خطِ پند شتی
باز با پیمانِ لیل و نهار	فکر تو پیو د طولِ روزگار
نحتی این شسته را ز تار دوش	گشته مثلِ تپاںِ باطلِ فروش

سرخ زایدی پل شدی	کیمیای دوی دشت گل شدی
شمع بزم ملت احرار باش	مُسلمی آزاد این نار باش
از حیات بوداں آگه نه	تو که از اصل زماں آگه نه
زندگی تیریت از سر وقت	این آں پید است از رخسار وقت
وقت جاوید است و خورشید	اصل وقت از گردن خورشید
سرباباه و خورشید وقت	عیش و غم عاشق و هم عید وقت

وقت پیشگاه ستر	امتیاز دوش و فردا کرده
ای چو بوم کرده ازستان خویش	سختی از دست خود ندانیش
وقت ما کو اول و آخر ندید	از خیابان ضمیمه میزدید
زنده از عرفان صلیبش زنده تر	هستی او از سحر تابنده تر

زندگی از دهر دهر از زندگی است

لَا سُبُوْلَ لَدُّهُ فَرْمَانِ بَنی است

یا دایا میکہ سیفِ وزگا	با توانا دوستی ما بود یار
تخمِ دینِ کشتِ دلہا کا تیم	پردہ از رخسار حق برد آیم
ناخنِ ما عقدہٗ دنیا کشاد	بختِ این خاک از سجود کشاد
از خمِ حق بادہٗ گلگونِ دیم	بر خیالاتِ کهنِ شبنونِ دیم
اے مے دیرینہٗ ورسینا تو	شیشہٗ آب از گرمی صہبیا تو
از غورِ نحت و کبرونی	طعنہٗ بر ناداری ما میرنی

سینه صاحب دل بوده است

از غبار پاستی ما خوار است

حق پرستان جهان منشون ما

از گل ما کعبه ما تعمیر شد

رزق خویش از دست ما تقسیم کرد

ما گدایان اینچشم کم نمیشد

جام ما هم زیر محفل بوده است

عصر نوکز جلوه ما را است

گشت حق سیر گشت این خون ما

عالم از ما صاحب تکبیر شد

حرف اقرأ حق با تعلیم کرد

اگر چه رفت از دست تاج وین

دژنگاهِ تونیاں کاریم ما	کهنه پنداریم ما خواریم ما
اعتبار از لاله داریم ما	هر دو عالم را نگه داریم ما
از غمِ امروز و فردا رسته ایم	با کسِ عهدِ محبت بسته ایم
در دلِ حق سیر مکنونیم ما	وارثِ موسی و یارونیم ما
همه روزه و شب تا پاهای تو	بر قها وارد بحابِ ماهنو
ذاتِ ما آینه ذاتِ حق است	هستی مسلم از آیاتِ حق است

دُعا

اے چو جان اندر وجودِ عالمی	جانِ ما بستی و از مای می
نعمه از فیض تو در عودِ حیات	موت در اید تو محسوس و حیات
باز تسکین دلِ ناشاد شو	باز اندر سینه ما آباد شو
باز از ما خواهد ننگ و نام را	پُخته تر کن عاشقانِ خام را
از مقدس کوه ما داریم ما	نرخ تو بالا و ناداریم ما

از تہمتان رخ زیبایش	عشق سلمان بلال از نوازش
چشم بچوای دل بیتاب ده	باز ما را فطرت سیماب ده
آیت نماز آیات مبسب	تا شود عناق اعدا خالص
زشتہ وحدت چو قوم از دست داد	صدگرہ برو کار با فاد
پا پریشان چوں هجوم اختریم	ہمدم و بیگانہ از یک دیگریم
باز این اوراق اشرارہ کن	باز این محبت تازہ کن

سبب
بہر ان منزل تسخیم
اقت ایان ایرہیمش

عشق راز شعل لاکاہ کن

آشنائے رمز اللہ کن

منکہ ہر دیگر اس زم چومش
بزم خود را گریہ آموزم چومش

یار بآں اشکے کہ باشد لفظ
بیقرار و مضطرب و آرام سوز

کارشن در باغ و وید آتش
از قبائے لالہ شوید آتش

دل بوش دیده بر فردا تم	در میان انجمن تنها تم
هر کس از ظن خودش یاد من	از درون من نجاست بر من
در جهان یاربیم من کجاست	نخل سنایم کلیم من کجاست
ظالم بر خودستم با کرده ام	شعله را در بغل پرورده ام
شعله غارت گر سامان من	آتش افکنده در آمان من
عقل را دیوانگی آموخته	علم را سامان هستی نخسته

آفتاب از فیض او گرد و مقام	برقها محو طواف و مدام
همچو شبنم دیده گریاشدم	تا این آتش بنهاش شدم
شمع را سوز عیاں منو ختم	خودنهاش از چشم عالم سوختم
شعله با آرزو هر سویم مید	از رگ اندیشه ام آتش چکید
غذایم از شر ماوانه چید	نغمه آتش مزاجی آفرید
سینه عصر من از دل خالی است	می تپد مجنون که محل خالی است

شمع را تنہا پیدن سہل نیست	آہ یک پوانہ من اہل نیست
انتظارِ نمکسار تے تاکجی	جستجوئے رازدار تے تاکجی
انے رویت ماہ وახ مستمیر	آتش خود را ز جانم بازگیر
ایں امانت بازگیر از سینہ ام	خارجو ہر کیش از آئینہ ام
یا مرا یک ہم دم برینہ	عشق عالم سوز را آئینہ
موج در بحر است ہم پہ موج	ہست با ہم تپیدن خجے موج

بر فلک کو کب ندیم کو کب است	ماہ تاباں سر زباں کو کب است
روز پہلوئے شربت ازند	خویش را امروزی بر فردا زند
ہستی جوئے بجوئے گرم شود	موجہ بادے بجوئے گرم شود
ہست در ہر گوشہ ویرانہ قص	میکند دیوانہ با دیوانہ قص
گرچہ تو ذرات خود مکتا سی	عالم از بہر خویش آستی
من مثال لالہ صحرا ستم	در ہجوم عالمی تنہا ستم

خواہم از لطف تو یارے ہمدے
از رموزِ فطرتِ من محرمے

ہم کے دیوانہ فرزانہ
از خیالِ این و آن برگانہ

تا بجان او سپارم ہوش
باز نیم در دل اور کوش

سازم از نشتِ گلِ غمِ پیکرِ
ہم صنم اور اشوم ہم آذرش

تتمت

